AHMADYYA MOVE-MENT BRITISH-JEWISH CONNECETION

احمدیہ موومنٹ، انگریز، یہودی تعلقات

(قسط ۱۲)

برطانوی کمیشن کی رپورٹ:

ہندوستان ملک کے باشندوں کی اکثریت اپنے روحانی پیشوا پیروں کی اندھا دھند پیروکار ہے اگر ہم اس اسٹیج سے کسی ایسے شخص کو حاصل کرنے میں کامیاب ہو جائیں۔ جو ظلی نبی Apostalic Prophet ہونے کا دعویٰ کر سکے تو عوام کی ایک کثیر تعداد اس (ظلی نبی) کے ارد گرد جمع ہو جائے گی لیکن مسلم عوام میں سے اس کام کے لئے کسی کو راغب کرنا مشکل ہو جائے گا۔ اگر یہ مشکل مسئلہ حل ہو جاتا ہے تو انگریز کی دستگیری اور پشت پناہی سے اس شخص کی نبوت کو ترقی دی جا سکتی ہے۔ قبل ازیں صرف ایک اہم پالیسی یعنی غداروں کو تلاش کرنے کی جدوجہد کو جاری رکھتے ہوئے ہم مقامی ہندوستانی حکومت کے لئے ناقابل مزاحمت بن چکے ہیں۔ اس وقت یہ اسٹیج مختلف تھا کیونکہ اس وقت ہمیں فوجی نکتہ نظر سے غداروں کی ضرورت تھی۔ لیکن آج جبکہ ہم ملک کے کونے کونے پر حکمران ہیں اور امن و قانون کی حکمرانی اس وقت ہر جگہ موجود ہے۔ اب ہمیں ایسے ڈھنگ اپنانا ہوں گے جو ملک (ہندوستان) کے اندر، داخلی بے چینی پیدا کر سکتے ہیں۔ جب برطانوی ایجنٹ اپنے وفاداروں کی تلاش میں مصروف تھے۔ ان دنوں مرزا غلام احمد قادیانی اسکاچ مشنری چرچ سیالکوٹ کے رہنما مسٹر (Rev Buttler. M.A.) کے ساتھ قریبی دوستانہ تعلقات بڑھ رہے تھے۔ برطانوی سرکار کو درپیش دینی اور سیاسی مسائل پر دونوں دوست کھلے دل سے تبادلۂ خیال کرتے۔ مسٹر ٹیلر مرزا قادیانی کا انتہائی وسعت قلبی سے احترام کرتا۔ اور اس کے لئے کھلے دل سے عزت و توقیر کا مظاہرہ کرتا (کتاب سیرت المسیح الموعود از مرزا محمود قادیانی صفحہ ۱۵ مطبوعہ ربوہ) اگرچہ ایک غیر ملکی مشنری کے سربراہ سے اس امر کی توقع محال ہے جو برسر اقتدار گروہ کا چشم و چراغ بھی ہو۔ مرزا غلام احمد قادیانی کے بڑے بیٹے اور قادیانی جماعت کے دوسرے سربراہ ۱۹۶۵ء - ۱۹۱۴ مسٹر ٹیلر کے ساتھ اپنے باپ کے تعلقات کی فطرت کو، ان الفاظ میں بیان کرتا ہے۔ جس دور میں مسیحیت ہندوستان پر ایک ذی اقتدار، پوزیشن کے مزے لوٹ رہی تھی۔ اس دور میں سیالکوٹ مشنری کے انچارج Rev. Buttler لندن واپس جاتے وقت مرزا غلام احمد قادیانی سے عدالتی اوقات میں ملاقات کے لئے آئے ڈپٹی کمشنر مسٹر H.E. Parkins نے مسٹر ٹیلر کا استقبال کیا۔ اور ان کی تشریف آوری کے بارے میں استفسار کیا۔ تو ان کا ایک ہی جواب تھا کہ وہ مسٹر Parkins کے منشی مرزا غلام احمد قادیانی سے خاص طور پر ملنے کے لئے آئے ہیں۔ یعنی مرزا جی کے مخالفین بھی یہ تسلیم کرتے تھے کہ وہ ایک غیر معمولی نوعیت کے انسان تھے اور عزت و احترام کے مستحق تھے۔ (مرزا محمود قادیانی کا خطاب مطبوعہ الفضل قادیان شمارہ ۲۴ اپریل ۱۹۳۴ء)

۱۸۶۸ء کے سال نے ثابت کر دیا کہ مرزا غلام احمد قادیانی کے اندر ایک فیصلہ کن طاقت موجود ہے۔ ہوا یہ کہ محمد صالح نامی ایک عرب ہندوستان میں وارد ہوا۔ کہا جاتا ہے کہ وہ کسی سیاسی مشن پر یہاں آیا تھا۔ ان دنوں وہابیوں کی سرگرمیاں خطرے کی گھنٹیاں بجا رہی تھیں۔ فوجی نقطۂ نگاہ سے ایک حربی علاقے پنجاب میں ایک سرگرم اور مستعد عرب کی آمد انگریز سرکار کے لئے تعاقب کرنے والا ایک مشکل مسئلہ پیدا کرنے کا سبب بن سکتی تھی۔ پنجاب پولیس نے محمد صالح عرب کو جاسوسی اور تارکین وطن کے قانون Emigration Act کی خلاف ورزی کے تحت گرفتار کر لیا (بہ حوالہ کتاب مجددِ اعظم صفحہ ۴۲ از ڈاکٹر بشارت احمد لاہوری قادیانی مطبوعہ لاہور ۱۹۳۹ء) ڈپٹی کمشنر سیالکوٹ H.E. Parkins نے تفتیش شروع کر دی۔ مرزا غلام احمد قادیانی کو عربی زبان کی تشریح و معانی کرنے والے (مترجم) کی حیثیت دے دی گئی۔ دلائل دیتے وقت محمد صالح عرب کے ساتھ مرزا قادیانی نے انگریزی راج کا دفاع کیا اور برطانوی دفاع کی خاطر شدت کے ساتھ دلائل پیش کئے۔ مرزا جی کی فصاحت اور خوش بیانی نے برطانوی استادوں کی نظروں میں مرزا جی کی قابلیت کا سکہ جما دیا۔ مسٹر پارکنز Parkins سمجھ گیا کو مرزا غلام احمد قادیانی کو اگر ملازمت دے دی گئی تو یہ شخص ایک ایسا کارآمد اور وفادار ایجنٹ ثابت ہو گا جو برطانوی شہنشاہیت کے مقاصد و عزائم کی خدمت بہ خوبی سرانجام دے سکتا ہو۔ پارکنز Parkins فری میسن تحریک کی لاج آف ہوپ لاہور کا رکن تھا۔ مرزا غلام احمد قادیانی نے بغیر کسی ظاہری وجہ کے ۱۸۶۸ء میں سیالکوٹ کچہری کی ملازمت ترک کر دی اور قادیان میں جا کر آباد ہو گئے۔ ان کی قادیان روانگی کے وقت مسٹر پارکنز Parkins ڈپٹی سی سیالکوٹ نے الوداعی تقریب کی خاطر عدالت کو اپنے حکم سے ایک روز کے لئے چھٹی دے دی

(بہ حوالہ پمفلٹ لاہوری قادیانیوں کے اجتماع لاہور منعقدہ ۱۹۸۱ء سے عبدالمنان عمر کا خطاب صفحہ ۱۲)

۱۸۶۸ء میں مرزا غلام احمد قادیانی کی والدہ چراغ بی بی عرف گھسیٹی کا انتقال ہو گیا۔ مرزا جی کی گزر اوقات کا انحصار اب صرف اور صرف اپنے والد کے زر تعاون پر رہ گیا۔ عدالتوں میں شنوائیاں بھگتانے کی خاطر مرزا جی نے ڈلہوزی اور دیگر شہروں کے سفر کئے وہ دن ان کے لئے بڑے سنگین اور مشکلات سے بھرپور کٹھن دن تھے۔

اس نے مذکورہ کٹھنائیوں کا خاموشی سے مقابلہ کیا اور اپنی نحوست کے منظر سے اپنے منصوبے سے کبھی مایوس نہ ہوا۔ مرزا غلام مرتضیٰ کی وفات ۱۸۷۶ء کے نتیجے میں اس کے دونوں بیٹے مرزا غلام قادر اور مرزا غلام احمد پر مشکلات کے پہاڑ ٹوٹ پڑے۔ مرزا غلام مرتضیٰ نے اپنی زندگی میں اپنے موروثی دادا کی مغل اولاد کی اراضی غصب کر رکھی تھی۔ اس کے مرنے کے بعد مرزا غلام قادر نے اپنے ان ہم جو بھائیوں کی مذکورہ اراضی ضبط کر لی۔ مرزا غلام احمد قادیانی اس جرم میں اپنے بھائی کے ساتھ برابر کا شریک تھا۔ مرزا غلام مرتضیٰ کی موت کے ایک سال بعد ۱۸۷۷ء میں مرزا قاسم بیگ کے بڑے لڑکے مرزا غوث بیگ نے مرزا غلام مرتضیٰ کو اپنے حصے سے محروم کر دیا۔ قانونی لحاظ سے مرزا قاسم بیگ اپنے موروثین کی قادیانی ریاست میں نصف جائداد کا مالک تھا اور غلام مرتضیٰ نے اُسے اس کے جائز حصے سے محروم کر رکھا تھا۔ اس نے عدالت میں دعویٰ دائر کر دیا۔ جب اسے معلوم ہوا کہ مرزا برادران (مرزا غلام قادر اور مرزا غلام احمد قادیانی) موصوف کو اس کا حصہ دینے پر قطعاً متفق نہیں ہوں گے تو اس نے اپنی جائداد کا حصہ لاہور کے اسسٹنٹ کمشنر مرزا اعظم بیگ کو فروخت کر دیا اور اعظم بیگ کے مالی تعاون سے اس نے پنجاب چیف کورٹ سے اپنا مقدمہ جیت لیا۔ جو دیوانی اور فوجداری جرائم کے مقدمات کی آخری عدالت تھی۔ مرزا غلام قادر اور

مرزا غلام احمد قادیانی کے پاس اب اس کے علاوہ اور کوئی چارہ کار باقی نہیں رہا تھا کہ وہ اپنے دفاع کی خاطر اپیل کریں تو وہ مغل رسم و رواج اور مغل روایات کے پابند رہیں گے۔ اس (اسلامی) قوانین کے پابند نہیں رہیں گے وہ اپنی موروثی جائداد کو اسلامی قوانین کے مطابق منتقل نہیں کریں گے اور نہ ہی فروخت ہونے دیں گے۔ مرزا غلام قادر اور مرزا غلام احمد قادیانی کی یہ ایک فریب دہ چال تھی تاکہ مرزا غوث بیگ کو اس کی جائداد کو اس کے بہت بڑے حصے سے محروم کیا جاسکے۔ اس کے بعد مرزا غلام احمد قادیانی نے نبی اور اسلام کے چیمپئن ہونے کا دعویٰ کر دیا۔ لیکن مرزا غوث بیگ کی جائداد کو غصب کرنے کے لئے مرزا نے خاندانی روایات کو اسلامی قوانین پر ترجیح دی۔ مغل روایات کے مطابق مرزا غوث بیگ اپنی جائداد کو صرف اس صورت میں فروخت کر سکتا تھا کہ وہ اپنے بیٹے کی شادی کا بندوبست کر سکتا ہو۔ یا اپنی گلو خلاصی کے بارے میں کسی ضرورت کی تکمیل کر سکتا ہو۔ کیونکہ مرزا غوث بیگ لاولد

تھا۔ اور قابل معافی ضرورت بھی پوری نہیں کر سکتا تھا۔ اس لئے وہ دوسروں کو اپنی جائداد فروخت نہیں کر سکتا تھا۔ عدالت نے مرزا غوث بیگ کے خلاف مرزا برادران (مرزا غلام قادر اور مرزا غلام احمد قادیانی) کی اپیل رد کر دی اور مقدمے کا فیصلہ مرزا غوث بیگ کے حق میں ہوا۔ مذکورہ مقدمے کی طوالت نے سرمائے کے لحاظ سے مرزا فیملی کو تباہی کے کنارے پر پہنچا دیا۔ جائداد کے نقصان اور اپنی ذلت و رسوائی کو برداشت کر کے مرزا غلام قادر زندہ رہ سکتا ہی نہیں تھا۔ انہی صدمہ جات کی بنا پر مرزا غلام قادر ۱۸۸۳ء میں فوت ہو گیا۔ باقی ماندہ جاگیر کا کنٹرول آنجہانی کی بیوہ کو منتقل ہو گیا۔ برادری کے معاملات میں مرزا غلام احمد قادیانی کی آواز نہ ہونے کے برابر تھی وہ تو اپنی بادشاہت کے گھروندے تعمیر کرنے میں مصروف رہتا۔ مرزا قادیانی کا کہنا ہے کہ اپنے باپ کے مر جانے کے بعد وہ غربت اور تنگدستی کی زندگی بسر کر رہا تھا۔ فی الواقع مرزا جی ایک کنگال اور مایوس انسان واقع ہوئے تھے۔ آپ کا بڑا بھائی مرزا غلام قادر پوری جائداد پر قابض تھا اور اس کی آمدنی اور ماحصل اپنی ذاتی خوش حالی پر صرف کرتا تھا۔ رسائل و جرائد کا چندہ خریداری ادا کرنے کے لئے یعنی مرزا غلام قادر جواب دے دیتا تھا۔ مرزا غلام قادر کی بیگم بھی مرزا غلام احمد قادیانی کے ساتھ درشتی سے پیش آئی۔ اور اسے نفرت و حقارت کی نگاہ سے دیکھتی تھی۔ مرزا غلام احمد قادیانی کی بیگم حرمت بی بی نے بھی اپنے خاوند کے ساتھ بڑی مشکل سے وقت گزارا کیونکہ بیماری کے علاوہ مرزا جی Abnormalies یعنی غیر معمولی نفسیاتی امراض میں مبتلا تھے اور اخراجات کی آفت ان پر مستزاد تھی۔ ان مشکل ایام میں جو علاج ان کے لئے تجویز کیا گیا تھا وہ موصوف کی زندگی پر کچھ روشنی ڈالتا ہے۔ ۱۸۸۰ء کے آخر تک وہ اپنی کتاب براہین احمدیہ کی تدوین میں متحرک طور پر مصروف رہا۔ ۱۸۷۳ء میں اس کے بڑے بھائی مرزا غلام قادر کی وفات کے بعد مرزا کے لئے میدان صاف ہو گیا۔ اور وہ اپنی من پسند منزل دعوائے نبوت کی طرف تیزی سے مڑ گیا۔ برٹش راج کی فرماں برداری اور جہاد کی منسوخی مرزا کے کردار پر مہر تصدیق ثبت کر رہے تھے۔ ۱۸۷۴ء میں اس کے قریبی ساتھی مولانا محمد حسین بٹالوی نے جہاد کے خلاف ایک کتاب لکھی اور برطانیہ کی طرف سے انعام حاصل کیا
(مجلہ اشاعت السنۃ لاہور جلد نمبر ۸، شمارہ نمبر ۹، صفحہ ۶۲ - ۲۶۱)